اردو میں روح عصر اور ہنگامی ادب کے مباحث

The Discussions Spirit of Time and Topical Literature in Urdu

Dr. Khalid Mahmood

Assistant Professor, Govt.Ambala Muslim College, Sargodha

ABSTRACT

The Specific time in the happenings of events and its soul"Zeitgeist"(Spirit of time) has carried an immese deal of disussion at numerous levels. Over the years "Zeitgeist" (spirit of time) and its discussions have arisen much interest of critics and thinkers. Topical Literature (of immediate relevance, interest, or importance to its relation to current events) has come across multifarious questions. Addressing its appropriateness, suitability, literary flavour and presentation. This article is an endeavor to bring forth such questions and discussions and more over analyse an conclude such aspects.

Key Words: روح عصر، زمانی وقفے، ہم عصر، عصری آگہی، صحافیانہ، عہد کی شناخت

ادب زندگی کی ترجمانی کا دوسرا نام ہے۔ ادب ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے ایک تخلیق کار اپنے فنی کمالات کو بروئے کار لاتے ہوئے زندگی کی ابدی اقدار کو فروغ دینے کا باعث بنتا ہے۔ ادب جہاں انسان کے مسرت وانبساط کا وسیلہ ہے وہیں وہ فرد کی متنوع داخلی وخارجی صورتوں کو صفحہ قرطاس کے سپرد کرتا ہے۔ اس طرح ادب کا دائرہ عمل وسعت کا حامل ہے جس میں فرد کی نفسیاتی آدرشیں، الجھن، کش مکش، تمنائیں، خیالات وادراکات اور اس کے ساتھ ساتھ فرد اور اس کی داخلی پر اثر انداز ہونے والے خارجی عوامل، سماج، سیاست، معیشت، ثقافت وغیرہ شامل ہیں۔ کسی بھی ملک اور زبان کے ادب پر اس کا عہد اور اس کے حالات واقعات دوررس اثرات مرتب کرتے ہیں یہ اثرات کسی نوعیت کے حامل ہوتے ہیں یہ ایک الگ بحث ہے۔ کسی بھی زبان کے ادب میں "عصر" اور "روح عصر" کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ ایک مخصوص تاریخی عہد کے اس عہد کے ادب پر عمیق اثرات اور ان کا اظہار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ "عصر" اور "روح عصر" اپنی نوعیت اور تفاعل کے اعتبار سے کیا صورت رکھتے ہیں۔ اردو ادب میں "عصر" اور "روح عصر" کے حوالے سے مباحث بکثرت ملتے ہیں عصر، عصریت، عصری آگہی، روح عصر، ادب میں توجہ طلب مباحث ہیں۔

"عصر" میں موجودہ عہد کے خصائص موجود ہوتے ہیں۔ اس عہد میں وقوع پذیر ہونے والے حالات وواقعات اس کا حصہ ہوتے ہیں۔ مختلف واقعات بیک وقت یا تھوڑے تھوڑے زمانی وقفوں کے بعد وقوع پذیر ہو رہے ہوتے ہیں۔ "عصر" کا تعلق موجودہ عہد سے ہوتا ہے "عصر" میں افراد کی موجودہ زندگیاں اور ان کے ساتھ منسلکہ واقعات شامل ہوتے ہیں۔

"روح عصر" کسی ایک خاص تاریخی عہد کا رجحان یا خوبی ہے جن کا اظہار مختلف عقائد افکار اور خیالات میں نظر آتا ہے۔ ایک خاص عہد میں وقوع پذیر ہونے والے ثقافتی، مذہبی اور فکری واقعات "روح عصر" ہیں۔

"روح عصر" سے مراد یہ لی جا سکتی ہے کہ "روح عصر" کسی عہد کے ثقافتی مذہبی اور فکری رجحانات اور واقعات کا مجموعہ ہوتی ہے۔ کسی خاص عہد میں کس طرح کے واقعات وقوع پذیر ہوئے وہ "روح عصر" کا حصہ ہوتے ہیں جب کوئی تخلیق کار اپنے عہد کے بارے میں لکھ رہا ہوتا ہے وہ فی الحقیقت تخلیق کے ساتھ ساتھ "روح عصر" بھی نبھار رہا ہوتا ہے۔ روح عصر کی متنوع صورتیں سامنے آتی ہیں۔ ادب ہمیشہ زندگی اور عصری مسائل کا آئینہ دار رہا ہے۔ "روح عصر" کو "عصری آگہی" کے مترادف کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ادب اور عصر کے ربط سے انکار ممکن نہیں ادب اپنے عہد کے ظاہر و باطن کا اظہار کرتا ہے خارجی سطح پر جو واقعات وقوع پذیر ہو رہے ہوتے ہیں۔ ایک ادیب انہیں اپنی تحریروں میں جگہ دے رہا ہوتا ہے۔ وہ اپنے ارد گرد کے سماجی، سیاسی، مذہبی، معاشی، ثقافتی حالات سے اثر قبول کرتا ہے۔ کسی عہد کی تاریخ جانچنے کے لیے اس عہد کے ادب کا مطالعہ ناگزیر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر نذیر تبسم کے بقول:

> "بنیادی طور پر ادب ہی وہ آئینہ ہے جو کسی زمانے کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی اقدار و روایات کے تناظر میں منعکس کرتا ہے اور مجموعی رویوں کا احساس دلا کر ثقافت اور عصر کے خدو خال بھی نمایاں کرتا ہے۔"[۱]

کسی بھی عہد کے واقعات اپنے گوناگوں پہلوؤں کے ہمراہ ادب میں جگہ پاتے ہیں اور امر لازم ہے کہ ان کے اثرات ایک ادیب سے دوسرے تک مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ایک ادیب ان واقعات کا ذکر کثرت سے اپنی تخلیقات میں کرے جب کہ دوسرا ادیب ان کا سطحی یا اجمالی سا ذکر کرتا ہوا آگے بڑھ جائے یا سرے سے ذکر کرنا بھی گوارا نہ کرے۔ عصر سے انسانی زندگی کے مختلف شعبے اثر قبول کرتے ہیں۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں کہ:

> "عصری آگہی سے مراد کسی مخصوص عہد میں معاشرتی، تہذیبی، علمی اور فکری سطح پر رونما ہونے والے واقعات، افکار، اذکار اور انکشافات سے آگہی ہے۔"[۲]

عصری آگہی اپنے محدود زمانی دائرے میں کسی مخصوص عہد کی ترجمان ہوتی ہے یا ہو سکتی ہے۔ مخصوص عہد کی اس ترجمانی کے عمل میں اس کا فکری دائرہ ہرگز محدود نہیں ہوتا، بلکہ یہ معاشرت کے پہلوؤں سے معاملہ کرتی ہوئی تہذیب، علم اور فکر کے موضوعات کو بھی اپنے جلو میں لے لیتی ہے۔ عصری آگہی واقعات اور افکار سے بھی پردہ اٹھاتی ہے انھیں بیان فراہم کرتی ہے عصر میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے جڑے حالات و واقعات کو بیانیہ اور اظہار فراہم کرنا اپنا بنیادی فریضہ سمجھتی ہے۔

"روح عصر" جہاں عصری ادب کی سمت متعین کرتی ہے وہیں ادب کو زندگی کے ساتھ منسلک کر دیتی ہے۔ ادب کے لیے موضوعات کی قید نہیں اس کے دامن میں زندگی کے متنوع موضوعات سما سکتے ہیں اور "روح عصر" کا سب سے بڑا وسیلہ ادب ہے۔ ادب ہی کے ذریعے ایک نسل اپنے حالات و واقعات، مشاہدات و تجربات، آئندہ نسل کو منتقل کرتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی تحریر کرتے ہیں:

> "عصری آگہی کے بغیر بڑا ادب تخلیق نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے زمانے اور اس کے شعور ہی سے تخلیق کی روح بیدار ہوتی ہے لیکن یہ روح صرف زندگی کی یک رخی ترجمانی نہیں کرتی بلکہ اس میں لاتعداد رخوں کو سمیٹ کر اسے کچھ اور بنا دیتی ہے اور اسی سے

ادب کی آواز ایک طرف اپنے دور کی اور دوسری طرف آنے والے دور کی آواز بن جاتی ہے۔ ادب اور زندگی کا یہی رشتہ ہے جو واقعات سے نہیں بلکہ روح سے قائم ہوتا ہے۔"[۳]

عصری آگہی کا دائرہ محدود نہیں ادب جس عہد میں تحریر کیا جا رہا ہو وہ اس عہد کی ترقی کا فریضہ سر انجام دیتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ ادب آئندہ ادب کے لیے نشان راہ کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ ایک خاص عہد کا ادب بعد کے ادب میں بھی گونجتا رہتا ہے۔ اس کا تعلق سماجیات، اقتصادیات اور عمرانیات سے ہو سکتا ہے۔ "روح عصر" کے اس پہلو کی ذیل میں سید علی عباس جلال پوری رقم طراز ہیں:

"جب ہم کسی تاریخی دور کسی سیاسی، عمرانی، اقتصادی، علمی اور فنی عوامل و اثرات کا ذکر ایک واضح رجحان یا اجتماعی رخ کی روشنی میں کریں گے تو ہم کہیں گے کہ یہ رجحان یا رخ اس تاریخی دور کی روح ہے۔ روح عصر کی کسی مخصوص ترجمانی پر سب مفکرین کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔"[۴]

علی عباس جلال پوری "روح عصر" کو ایک وسیع تناظر میں دیکھتے ہیں "روح عصر" کسی بھی خاص عہد کا رجحان بن کر سامنے آتی ہے۔ جب کوئی واقعہ وقوع پذیر ہوتا ہے تو وہ اس عہد کے ادب میں خصوصی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ اس خاص اہمیت کی بنا پر وہ واقعہ مختلف ادبا کی تحریروں میں جاگزیں ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ خاص سیاسی، عمرانی، اقتصادی، علمی تاریخی واقعہ اس عہد کے ادیبوں کے لیے ایک رجحان کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ اور سبھی اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس طرح وہ واقعہ انفرادی اہمیت، حیثیت اور مقام کے حصول کے ساتھ ساتھ ایک اجتماعی حیثیت بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اس طرح وہ واقعہ یا حالات اس عہد کی روح بن جاتے ہیں۔ چند عصری واقعات کسی مخصوص عہد کی شناخت بن جاتے ہیں ان واقعات کا ذکر کسی مخصوص عہد کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"میرے لیے عصری آگہی کا سب سے بڑا ذریعہ ادب ہے خواہ وہ نثر میں ہو یا شعر میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اصل بات یہ ہے کہ لفظ ایک نسل کے تجربہ کو دوسری نسل تک منتقل کرنے کا پل بنتا ہے۔"[۵]

تاریخ کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی عہد کے حالات و واقعات کو ان کی تمام تر صحت کے ساتھ ضبط تحریر میں لائے اور آئندہ نسلوں کو منتقل کرے لیکن یہ امر دیکھنے میں آیا ہے کہ دنیا کے کئی ممالک میں مخصوص قدغنوں کے باعث تاریخ مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اگرچہ ادب کا منصب یہ ہرگز نہیں کہ وہ کسی عہد کی تاریخ قلم بند کرے لیکن بالواسطہ طور پر عصری آگہی کی بنیاد پر کئی واقعات ادب کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اس امر میں کوئی شائبہ نہیں کہ ادب میں بیان کیے جانے والے واقعات و حالات زیادہ قابلِ بھروسہ ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

"عام معنوں میں روح عصر کو کسی عہد کی ناگزیر فکری سچائی یا ایسی غیر مادی سرگرمی کہہ سکتے ہیں جو اپنے زمانے کے معاشرتی، معاشی، سیاسی اور سماج کے داخلی و معروضی حالات کے نتیجے میں ایک فکری اکائی کے طور پر ابھرتی ہے اور انسانی خیالات، احساسات اور علوم و ادبیات کا حصہ بن جاتی ہے۔ کسی خاص طبقے کی فکر اور محسوسات کو اپنے عہد کی روح نہیں کہا جا سکتا۔ روح عصر کسی بھی عہد کی مجموعی پکار کا نام ہے جس کا ارتعاش زیریں طبقات سے لے کر طبقہ خواص تک پھیلا ہوا ہے اس کا اطلاق شعر و ادب پر کیا جائے تو حقیقی ادب میں اپنے عصر کی روح ایک مرکزے کی طرح موجود ہوتی ہے۔ اس لیے ادب بمقابلہ تاریخ زیادہ اہم ہوتا ہے تاریخ میں کسی خاص طبقے یا مخصوص واقعات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ تاریخ کی اپنی

مصلحتیں، اپنے جھوٹ اور اپنی سچائیاں ہوتی ہے لیکن شعر و ادب سے کسی عہد کی سچی تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اس میں روح عصر بول رہی ہوتی ہے۔"[٦]

"روح عصر" ایک فکری حقیقت کے طور پر سامنے آتی ہے اس کا تعلق سماج کے داخلی اور خارجی حالات سے ہے۔ "روح عصر" ایک زیریں لہر کے طور پر کام کرتی ہے جو زمانے میں مختلف سطحوں پر جاری رہتی ہے۔ سماج کے اندر جنم لینے والے معاشی، معاشرتی اور سیاسی حالات اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ ایک فکری اکائی کے طور پر سامنے آتے ہیں "روح عصر" کا ایک اور عنصر اس کی وسعت ہے یہ کہ کسی مخصوص طبقے یا عہد تک محدود نہیں ہوتی یہ کسی عہد کی مجموعی آواز ہوتی ہے۔ اور اس کا تعلق معاشرے کے تمام تر طبقات سے ہوتا ہے۔ انہی خصائص کی بنا پر ہی تو "روح عصر" اپنے اندر ایک زمانی و فکری توانائی سمیٹے ہوئے ہوتی ہے کیونکہ اس میں عہد کے تمام حالات اور تمام طبقات کی گونج سنائی دیتی ہے اپنے تفاعل میں "روح عصر" تاریخ سے بھی فوقیت حاصل کر لیتی ہے کیونکہ تاریخ میں کسی خاص جبر یا قدغن کی وجہ سے حقائق کو توڑ مروڑا جا سکتا ہے۔ لیکن روح عصر اس عہد کے شعر و ادب میں سے کشید کی جاسکتی ہے۔ "روح عصر" کے تحت اس عہد کے ادبا ایک خاص سمت میں دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی چند مخصوص موضوعات پر تحریر کر رہے ہوتے ہیں جن کا تعلق ان کے عہد سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے ارد گرد رونما ہونے والے واقعات کو تخلیقی سانچے میں ڈھال کر پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغا اس ضمن میں تحریر کرتے ہیں کہ:

"ادیب محض اپنے عصری جوار بھاٹے ہی سے متاثر نہیں ہوتا وہ اپنے عصر کی روح اس کے جوہر سے بھی متعارف ہوتا ہے۔ مثلاً مقدم الذکر سطح پر وہ تجربے اور مشاہدے کے مراحل سے گزرتا ہے اور موخر الذکر سطح پر اپنے تخلیقی عمل کی مدد سے انکشاف و عرفان کے مراحل سے آشنا ہوتا ہے مگر یہ دونوں سطحیں الگ الگ نہیں بلکہ باہم مربوط ہیں۔ وہ یوں کہ ادیب جب اپنے عصر کے واقعات سے متاثر ہوتا ہے تو اس کے اندر کی تخلیقی مشین متحرک ہو کر اسے روح عصر سے ہم رشتہ کر دیتی ہے۔ پھر جب وہ ادب تخلیق کرتا ہے تو اس میں صرف ان دونوں کا امتزاج نہیں ہوتا بلکہ تخلیق کار کی اپنی ذہانت کی آمیزش سے ایک ایسی شے خلق ہو جاتی ہے جو بے مثال بھی ہے اور لازوال بھی۔"[٧]

"روح عصر" میں تجربہ اور مشاہدہ کلیدی کردار ادا کرتا ہے لیکن "روح عصر" کسی بھی عہد کی فوٹو گرافک پیش کش نہیں ہوتی بلکہ اس میں تخلیق کا عنصر بھی بھرپور طور پر شامل ہوتا ہے۔ "روح عصر" کوئی یک رخہ مظہر نہیں اور نہ ہی حقائق کی بے کیف جمع آوری اور مرقع ہے۔ اس میں ایک عہد زندہ تو ہوتا ہے لیکن اس زندگی کو آکسیجن تخلیقیت فراہم کرتی ہے۔ اس طرح "روح عصر" کا تاثر بھرپور اور پیش کش حسین ہو جاتی ہے۔

جب معاشی، سیاسی اور سماجی سطح پر کسی بحران نے جنم لیا اور اس کے نتیجے میں ہنگامی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا تو اس سیاسی، سماجی اور معاشی بے چینی نے وسیع تر اثرات مرتب کیے۔ ان اثرات کے نتیجے میں اس عہد کے ادبا نے ان بحرانوں، معاشی، سیاسی، سماجی اور قدرتی سانحات کو اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا۔ اس در پیش شدہ کٹھن اور بحرانی صورت حال میں بعض اوقات کسی بھی عصری بھونچال، انسانی سانحے پر فوری طور پر کثرت سے تحریر کیا گیا۔ ان ہنگامی حالات کے زیر اثر لکھے گئے ادب کے بارے میں سوالات اٹھائے گئے۔ اس بحث کی ابتدا فسادات کے موضوع پر لکھی گئی تحریروں سے ہوئی۔ سوال یہ اٹھایا گیا کہ کیا ہنگامی حالات میں لکھا جانے والا ادب، ادب ہے یا کہ نہیں؟ کیا فسادات یا ہنگامی نوعیت کے واقعات ادب کا حصہ بن سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا ایسے حالات میں لکھا جانے والا ادب صحافیانہ تحریر تو نہیں؟ ترقی پسندوں کی رائے تھی کہ ادب چونکہ مقصدیت کا حامل ہوتا ہے، اس لیے کسی بھی ہنگامی

حالت میں لکھا جانے والا ادب، ادب ہی شمار ہو گا۔ محمد حسن عسکری کا خیال تھا کہ ہنگامی نوعیت کے زیر اثر ادب تخلیق نہیں کیا جا سکتا ادیب کوئی چوکیدار نہیں جو کسی بھی غیر یقینی اور ہنگامی حالت پر تحریر کرنا شروع کر دے۔ بطور ادیب اس کا منصب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو کچھ وقت کے لیے تمام حقائق سے دور کرے اور انہیں بھول کر نگارشات تخلیق کرے۔ واقعات جو بھلے قوم کی تاریخ میں کتنی ہی زیادہ اہمیت کیوں نہ رکھتے ہوں وہ ادب کا حصہ نہیں بن سکتے۔ ایک اور نظریہ یہ تھا کہ اگر ہنگام کے ادب کو محض جسمانی اذیتوں تک محدود رکھا گیا تو وہ واقعی صحافیانہ ادب ٹھہرے گا لیکن اگر اس ہنگام کے ادب کو ایک قومی تجربہ بنا کر پیش کیا جائے اور تخلیق کا عنصر بھی شامل کیا جائے تو بلاشبہ ایسا ادب قابل قبول اور کامیاب ادبی تخلیق ٹھہرے گا۔

ادیب معاشرے کی پیداوار ہوتا ہے وہ اپنے سماج سے منقطع ہو کر نہیں رہ سکتا۔ حالات و واقعات تلخ و شیریں جیسے بھی ہوں وہ ان کا مشاہدہ کرتا ہے اور ضبط تحریر میں بھی لاتا ہے۔ ادیب معاشرے کا ایک حساس فرد ہونے کے ناتے اپنے اردگرد سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ حوادث زمانہ مسلسل اس کی فکر کو متحرک رکھتے ہیں بلاشبہ وہ اپنے تخلیقی جواہر کے تابع ہوتا ہے لیکن یہ امر بھی اپنی جگہ اٹل ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ دوسرے لفظوں میں شاید اس کے لیے ان حالات سے صرف نظر کرنا ممکن بھی نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے سانحے جن میں لوگوں کی زندگیاں شامل ہوں ایک ادیب انہیں کیونکر نظر انداز کر سکتا ہے۔ ادیب کو چند موضوعات تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ اس ضمن میں اے۔ بی۔ اشرف تحریر کرتے ہیں:

> ”ادب کا آج تک کوئی موضوع متعین نہیں کیا جا سکا۔ اس لیے کہ اس کا کوئی موضوع ہے بھی نہیں۔ ادب کا موضوع زندگی ہے۔ زندگی بڑی متنوع ہوتی ہے۔ اس کے کئی پہلو ہیں۔ معاشرتی، معاشی، سماجی، اخلاقی، تعلیمی و مذہبی غرض زندگی گوناگوں کیفیات کی حامل ہے اور زندگی کی یہی گوناگونی اور تنوع ادب کا موضوع ہے۔“[۸]

ایک ادیب کے سامنے زندگی اور اس کے موضوعات موجود ہوتے ہیں۔ وہ ایک حساس فرد ہوتا ہے اسی وجہ سے وہ اپنے اردگرد کے حالات سے باخبر ہوتا ہے۔ اگر اس کے اردگرد آہیں اور سسکیاں ہوں تو وہ ان سے اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ دنیا میں دوام پانے والے زیادہ تر ادب پارے وہی ہیں جن کا موضوع کوئی بڑا حادثہ، جنگ یا انقلاب تھا۔ ہومر کی ایلیڈ (Eliod) قوم کے دو گروہوں کے درمیان جنگ کا قصہ ہے۔ ورجل کی اینیڈ (Aenied)، ٹیسو کی یوروشلم لبراٹا(Jerusalem Librate) اور ملٹن کی پیراڈائز لاسٹ(Paradise Last) ، جنگوں اور حق و باطل کے درمیان رزمیے ہیں۔ ٹالسٹائی کا ناول جنگ اور امن(War and Peace) ، ٹامسن ہارڈی کا ڈرامہ(The Dynasts) دوسری جنگ عظیم کے واقعات پر لکھے گئے ناول اور افسانے، جنگ و جدل اور انسانی کربناکیوں کے موضوعات پر تھے جنہیں لافانی شہرت حاصل ہوئی۔ ان تخلیقات کے خالقوں نے اپنے مشاہدات اور تجربات کو وسعت دے کر انہیں قومی اور بین الاقوامی درجہ عطا کر دیا۔ ڈاکٹر احسن فاروقی کے بقول:

> ”چاہے وہ روس میں کمال پر پہنچنے والی صنف ناول لے لیں یا انگلستان میں کمال پر رہنے والی صنف شاعری لیں، عظیم ترین ادب پارے اہم واقعات جنگ و انقلاب ہی پر مبنی ہوں گے۔“[۹]

ہندوستان ہمیشہ سیاسی و سماجی سانحات کا مرکز رہا ہے۔ کبھی غیر ملکی جارحین نے اس پر تابڑ توڑ حملے کیے تو کبھی اندرونی خلفشار نے سانحات کو جنم دیا۔ بے امنی کی فضا کو ادب کا موضوع بنایا گیا۔ بڑے بڑے شعرا جیسے میرؔ، سوداؔ، دردؔ، شاہ نصیرؔ، غالبؔ، مومنؔ نے برصغیر کے حالات کو شاعری کا موضوع

بنایا۔ خطوط غالب میں عصری سانحات کے بارے میں لکھا گیا عصر کے حالات اور المیوں کو موضوع بنایا گیا۔ ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں، اکبر الہٰ آبادی کی شاعری، خواجہ حسن نظامی کے مضامین میں عصری سانحات اور جبر و تشدد کے واقعات پر ادب تخلیق کیا گیا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مقامی لوگوں کو بالخصوص مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے ستم، اس عہد میں انگریز سامراج کے جبر کے واقعات کے بارے میں لکھا گیا جو کسی سانحے سے کم نہ تھے۔ اپنے عہد کے بارے میں لکھنا ایک ضروری امر ٹھہرا۔

حقائق اور روح عصر کے بیان اور ترویج کی ذیل میں ایک تخلیق کار کو بہت سے امور کو ملحوظ رکھنا از بس لازم ٹھہرتا ہے اس کے لیے ایک مخصوص فنی توازن کو برقرار رکھنا بہر صورت لازمی ہے۔ مشاہدے کی سطح پر اس نے جن حالات و واقعات کو اپنے تخلیقی تجربے میں جگہ دی ہے ان کا لوازمہ اور مقدار ایک قابل قبول درجہ تک ہونی چاہیے اگر مشاہدہ اپنی تمام تر تلخی سمیٹ کر تخلیق کا حصہ بنے گا تو اس امر کا احتمال بہر طور پایا جاتا ہے کہ وہ تحریر ایک مخصوص سوچ، فکر فلسفے اور نکتہ نظر کی غماز ٹھہرے گی۔ دوسری طرف اگر ایک تخلیق کار ایک واقعہ پر صرف تخلیق کی پرکاری کرے گا اور اپنے ارد گرد کو یکسر نظر انداز کر دے گا تو اس کی نوع کی تخلیقات میں "روح عصر" کا عنصر منعقود ہو جائے گا۔ یہاں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی بھی تخلیق کار کے لیے یہ ہر گز لازم نہیں کہ وہ "روح عصر" کا نمائندہ ہو۔ "روح عصر" کا درجہ مختلف تخلیق کاروں میں کم یا زیادہ ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے ایک تخلیق کار کی تحریر میں "روح عصر" کا کلی احاطہ کریں کسی کے ہاں محض ان کی ہلکی سے پرچھائیاں وارد ہوں اور ہو سکتا ہے کہ کوئی تخلیق کار انہیں یکسر نظر انداز کر دے۔

کسی بھی ہنگامی ادب کو ضبط تحریر میں لانے میں کوئی حرج نہیں اصل مسئلہ اس تخلیق کے ساتھ برتاؤ کا ہے اگر ایک ادیب ایک خاص نقطہ نظر کے ساتھ تخلیق کے درجہ کو بھی برقرار رکھے تو وہ یقینا ادب کی ثروت مندی میں اضافے کا باعث بن رہا ہوتا ہے۔ راجندر سنگھ بیدی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "جب کوئی واقعہ مشاہدے میں آتا ہے تو میں اسے من و عن بیان کر دینے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ حقیقت اور تخیل کے امتزاج سے جو چیز پیدا ہوتی ہے اس کو احاطہ تحریر میں لانے کی سعی کرتا ہوں۔"[۱۰]

یاں پال سارتر کا خیال ہے کہ کتاب ایک مطلق صداقت کی حامل ہوتی ہے۔ یہ ایک باہمی داخلیت کا نتیجہ ہوتی ہے جو اپنے قبول کرنے والوں کے درمیان غصہ، نفرت یا محبت کا رشتہ پیدا کرتی ہے۔ ادیب کو چاہیے کہ وہ اپنے عہد کے لیے لکھے۔ عظیم ادیبوں نے یہی کیا ہے۔ اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ ادیب خود کو اپنے عہد میں مقید کرلے۔ اپنے عہد کے لیے لکھنے کا مطلب عہد کی اتفاقی طور پر عکاسی کرنا نہیں بلکہ اس کے برعکس اسے برقرار رکھنے یا بدل دینے کی شعوری کوشش ہے۔ یوں ادیب اپنے عہد سے آگے مستقبل کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ (۲۱) ڈاکٹر جمیل جالبی اپنے ایک مضمون "ہنگامی ادب" (Topical Literature) میں لکھتے ہیں:

> "اس وقت ہمارے ادب اور معاشرہ کو ہنگامی ادب (Topical Literature) کی ضرورت ہے۔ جس میں اپنے مسائل کو سلجھایا جائے، اچھے انداز میں اور نئے پن کے ساتھ تاکہ عام پڑھنے والا بھی ان خیالات کو، جو آپ سماج میں مروج کر کے اسے ایک راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں پڑھ کر آپ کی رائے سے اتفاق کر کے اسی طرح سوچنے لگے جس طرح آپ نے سوچا ہے۔ اب

محراب و منبر سے نیچے اتر کر معاشرہ اور عوام میں گھل مل کر ان کو دیکھنا ہے۔ ورنہ معاشرہ میں ادب ڈھونگ ہی ڈھونگ رہے گا اوڑھنا بچھونا نہیں بن سکتا۔ محض لکھنا کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ جس پر فخر کیا جائے۔"[۱۱]

ڈاکٹر جمیل جالبی ادب کو مسائل کے اجاگر کرنے اور انہیں سلجھانے کے لیے استعمال کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ ادیبوں کو معاشرے کے مسائل کو سمجھنا ہو گا اور ان کی مطابقت سے لکھنا ہو گا دوسری صورت میں ادیبوں کا معاشرے سے رشتہ کمزور ہو جائے گا۔ فکشن مخصوص زبان و مکان اور لسان و زبان کا قیدی ہے اور یہ عمل اس زندہ معاشرے اور متحرک عہد کے اندر ہی ممکن ہو گا گویا تخلیق کار اپنی تخلیق کو اس معاشرے سے کشید کرتا ہے کہ جب کسی ایک واقعے کے متعلق ادب تخلیق کیا گیا ہے اور آنے والے عہد میں وہ واقعہ اور اس سے منسلکہ مسائل ختم ہو گئے تو اس ادب کا کیا ہو گا کیا ایک تخلیق کی اہمیت برقرار رہتی ہے؟ اس بارے میں قمر احسن لکھتے ہیں کہ:

"معلومات ادب کی ایک خصوصیت ہو سکتی ہے خود ادب نہیں اس لیے کہ کوئی واقعہ یا نظریہ اس وقت تک ادب نہیں بنتا جب تک اس میں عمل، تفہیم، شدت اور تجربہ نہ شامل ہو۔"[۱۲]

ایک صحافی کی طرح خبریہ انداز میں ادب تخلیق کرنا مستحسن عمل نہیں کسی بھی واقعہ کا رواں تبصرہ کرنا تخلیق کار کا منصب نہیں وہ کسی بھی واقعہ کی جزیات ضرور قلم بند کرے مگر اس کے ساتھ اس واقعے کے انسانی فکر، سماج، نفسیات اور معاشیات پر ہونے والے اثرات کا تخلیقی انداز میں جائزہ فراہم کرے تو یہ ایک قابل تعریف عمل بھی ٹھہرے گا اور ادب پر محض رواں تبصرے کا الزام بھی نہیں لگے گا۔ اس ذیل میں نیر مسعود تحریر کرتے ہیں:

"اس نوع کی خبر رسانی اب افسانہ نگار کا منصب نہیں رہا ہے اب اس کا کام دنیا کو حالات حاضرہ سے مطلع کرنا بلکہ یہ بتانا ہے کہ ان حالات کا فرد کے ذہن اور زندگی پر کیا اثر پڑ رہا ہے اور ان حالات سے دوچار ہو کر وہ کسی ذہنی جذباتی اور نفسیاتی کش مکش میں مبتلا ہے۔ یہی آج کے افسانہ نگار کی فکر کے خاص محور ہیں۔"[۱۳]

ہنگامی ادب بالخصوص فسادات کے موضوع پر ادب تخلیق کرنے کے بارے میں دونوں رویوں میں اعتدال کی کمی ہے تاہم اس بداعتدالی میں دونوں رویوں میں صداقت کے پہلو بھی نمایاں ہیں ترقی پسند ادیبوں نے فسادات کے موضوع پر کثرت سے لکھ کر ادیب کو اس کی ذمہ داری کا احساس دلایا کہ ادیب انسانیت کے دکھوں اور تکالیف سے الگ نہیں رہ سکتا۔ ادیب کو اس کے ادبی فرض کا احساس حسن عسکری نے دلایا۔ حسن عسکری کے ان خیالات کو کسی بھی ادیب حتیٰ کہ اس کے ہم خیال ادیبوں، منٹو اور انتظار حسین نے بھی قبول نہ کیا۔ انتظار حسین کے مطابق:

"یہ امتیاز کہ فلاں موضوع زندگی سے متعلق ہے اور فلاں موضوع زندگی سے متعلق نہیں ہے غلط ہے۔ ہر موضوع زندگی کے پیٹ سے پیدا ہو رہا ہے اور یہ کوئی نصاب تعلیم والا معاملہ تو ہے نہیں کہ باقاعدہ پراسپیکٹس شائع کیا جائے کہ فلاں سے فلاں سن تک زندگی کے موضوعات تجویز کیے جاتے ہیں۔"[۱۴]

روح عصر کے مطابق کسی بھی تخلیق کار میں حسن اور جاذبیت شامل ہو جاتی ہے۔ جب کوئی تخلیق کار اپنے عہد کے مطابق لکھ رہا ہوتا ہے تو اس کی تخلیقات سامعین اور قارئین کو متوجہ کرتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اور تخلیقات اس کے عہد کا چلن ہوتی ہیں۔ قارئین کی بھی یہی مانگ ہوتی ہے کیونکہ اس

طرح وہ کسی بھی تخلیق کے ساتھ جرٲت محسوس کرتے ہیں۔ ایک ادیب کو کسی خاص ایجنڈے کے تحت ادب کی تخلیق سے پرہیز کرنا چاہیے۔ تخلیقی آمیزش کے ساتھ عصری آگہی کا اظہار یہ کامیاب تخلیقات کو فروغ دینے کا باعث بنتا ہے۔

پاکستانی اردو افسانے میں روح عصر ہمیشہ ایک زیریں لہر کے طور پر سفر کرتی رہی ہے پاکستانی تاریخ میں وقوع پذیر ہونے والے سیاسی، سماجی اور قدرتی سانحات سے متاثر ہو کر پاکستانی افسانہ نگاروں نے ان کا بیان کیا اور ان اپنی تخلیقات کا موضوع بنایا۔ یہ تخلیقات اپنے تمام تر فن کے ساتھ مستحکم ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "عصری آگہی کے نقطہ نظر سے جب پون صدی پر محیط افسانے کا افسانہ سنیں تو یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہماری تاریخ کے ہر موڑ پر ہماری تہذیب کی ہر کروٹ پر اور ہمارے تمدن کے ہر تغیر پر کہانی نے زندگی کا ساتھ دیا ہے۔ چنانچہ اسی نقطہ نظر سے اگر اہم افسانہ نگاروں کے افسانوں کا انتخاب کیا جائے تو صرف ان افسانوں کی امداد سے ہم برصغیر کی تہذیبی، معاشرتی، سیاسی اور جذباتی فضا کی تخلیقی سطح پر ایک تاریخ مرتب کر سکتے ہیں۔"[۱۵]

ہنگامی ادب اگر روح عصر سے ہم رشتہ ہو اور ایک متوازن امتزاج پیدا کرے تو اس کی تخلیق شک و شبہ سے بالاتر ہو جاتی ہے۔ اگر کسی عہد کی پیداوار ہی ابتلاًو ہنگام ہے تو تخلیق کار مجبوراً اسے ہی اپنی تخلیقات کا موضوع بنائے گا۔ یہاں تخلیق کار پر کڑی، ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہنگامی حالات کو ادب کی چاشنی میں رچا کر پیش کرے نہ کہ صحافیانہ اور کھردرے انداز سے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر نذیر تبسم، "پنجاب سندھ اور سرحد کی غزل کا موضوعاتی تقابل (قیام پاکستان کے بعد)" مشمولہ دریافت (اسلام آباد: شمارہ نمبر ۱۸)، ص ۲۱۱

۲۔ ڈاکٹر انور سدید، "عصری آگہی اور انشائیہ"، مشمولہ "ادبی زاویے"، (اسلام آباد: اکادمی ادبیات، ۱۹۸۳ء)، ص ۱۱۹

۳۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، "ادب اور عصری آگہی" مشمولہ "ادبی زاویے" (اسلام آباد: اکادمی ادبیات، ۱۹۸۳ء)، ص ۹۸

۴۔ سید علی عباس جلالپوری، "روح عصر"، فنون (لاہور: شمارہ، مئی، جون)، ص، ن د

۵۔ ڈاکٹر سلیم اختر، "افسانہ اور افسانہ نگار" (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء)، ص ۳۱

۶۔ ڈاکٹر وزیر آغا، "ادب میں عصریت کا مفہوم"، ذہن جدید سہ ماہی (دہلی: جمشید جہاں پبلشرز مارچ مئی ۱۹۹۱ء)، ص ۵۰

۷۔ ڈاکٹر انوار احمد، "ادب کی ماہیت اور حدود"، مشمولہ، ادب زندگی اور سیاست (مرتبہ)، خاور نوازش (فیصل آباد: مثال پبلشرز ۲۰۱۲ء)، ص ۵۰

۸۔ اے۔ بی اشرف، "ادب اور زندگی کا باہمی رشتہ"، مشمولہ، ادب زندگی اور سیاست، خاور نوازش (مرتبہ)، (فیصل آباد: مثال پبلشرز ۲۰۱۲ء)، ص ۱۹۵

۹۔ ڈاکٹر احسن فاروقی، نقوش، شمارہ ۱۔۵ اپریل، مئی، جون (لاہور: ۱۹۶۲ء)، ص ۱۳۶

۱۰۔ راجندر سنگھ بیدی، گرہن (لاہور: نیا ادارہ، اشاعت اول ۱۹۴۲ء)، ص ۹

۱۱۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، "ہنگامی ادب" مشمولہ "ادب کلچر اور مسائل"، مرتبہ خاور جمیل (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس ۱۹۸۸ء)، ص ۲۸

۱۲۔ قمر احسن، ”نیا اردو افسانہ، ارضیت اور سماجی معنویت“، مشمولہ ”مکالمہ ۱۶ ہم عصر اور افسانہ“، مرتبہ مبین مرزا (کراچی: اکادمی بازیافت، جولائی ۲۰۰۶ء تا دسمبر ۲۰۰۷ء)، ص ۲۱۳

۱۳۔ نیر مسعود، ”افسانے کا نیا منظر نامہ“، مشمولہ ”مکالمہ ۱۶ ہم عصر اردو افسانہ“، مرتبہ مبین مرزا (کراچی: اکادمی بازیافت جولائی ۲۰۰۶ء تا دسمبر ۲۰۰۷ء)، ص ۱۷۵

۱۴۔ انتظار حسین، ”فسادات کا موضوع ادب میں“، نیا دور فسادات نمبر شمارہ ۱۶۔۱۷ (کراچی)، ص ۳۴

۱۵۔ ڈاکٹر سلیم اختر، ”افسانہ اور افسانہ نگار“، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۹۱ء)، ص ۳۲